رسائل و مسائل

سوال : ماہنامہ ترجمان القرآن بابت ماہ مئی ۱۹۹۳ء میں آپ نے قربانی کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ حضورؐ نے ان قربانی کے اونٹوں کے کوہانوں کو زخمی کیا' گلوں میں جوتوں کے ہار ڈالے۔ پھر ان جانوروں کو قربانی کے لیے روانہ کر دیا گیا۔

آپ ہمیں حضورؐ کے عمل زیر بحث کے ماخذ اور اس کی اہمیت و ضرورت کے بارہ میں وضاحت سے بتائیں کہ حضورؐ نے قربانی کے اونٹوں کو کیوں زخمی کیا اور ان کے گلوں میں جوتوں کے ہار کیوں پہنائے ؟

جواب : قربانی کے اونٹوں کے سلسلہ میں نبی کریمؐ کے فعل کے بارہ میں آپ نے سوال کیا ہے' اس کی روایت کا ماخذ صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے' جسے صاحب مشکوۃ نے کتاب المناسک' باب الھدی کے تحت سب سے پہلے درج کیا ہے۔ اس مضمون کی روایت ابوداؤ میں بھی ہے۔

عن ابن عباس قال ... ثم دعا بناقتہ فاشعرھا فی صفحتہ سنامھا الایمن وسلت الدم وقلدھا بنعلین الخ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے ... پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو طلب فرمایا' اس کا اشعار کیا' یعنی اس کے کوہان پر داہنی طرف تلوار سے زخم لگایا' جس سے خون نکلا' پھر دو جوتے اس کی گردن میں ڈال دیے۔

سیرت کا بیان لکھتے ہوئے ہر بات کا بلاکم و کاست لکھنا دینی فرض' اور علمی دیانت کا تقاضا ہوتا ہے۔ لیکن بعض باتیں' میں خصوصی تربیتی مقاصد کے لیے بھی بیان کرتا ہوں' حضورؐ سے ہمارا تعلق کامل انقیادواطاعت' مکمل اعتماد' اور ہر چیز سے بڑھ کر محبت کا ہونا چاہیے' کہ یہی ایمان کا تقاضا ہے۔ مجھے یہ احساس تھا کہ آپؐ کا یہ فعل بعض لوگوں کو اجنبی' عجیب' اور تہذیب و شائستگی کے معیار سے فروتر لگے گا۔ اس طرح ان کو اپنے ایمان کے جانچنے' اور اس کی اصلاح کرنے کا موقع مل جائے گا۔

مطلوب وہ ایمان ہے جو حضورؐ کی ہر سنت کے آگے "یسلموا تسلیما" کی تصویر بن جائے' دل میں کوئی خلش اور تنگی نہ ہو۔ آپؐ کی کسی سنت کو کسی انسان کی عقل' یا انسان کے خود ساختہ تہذیب و شائستگی کے معیارات' یا مغرب کے تصورات پر تول کر اس کے معقول' مہذب اور قابل قبول ہونے کا فیصلہ کرنا' مومن کے لیے قابل قبول نہ ہونا چاہیے۔

غور کیجیے تو حج کی عبادت عشق و محبت کا عنوان ہے۔ اس کے اور کتنے ہی مناسک انسان کے خود ساختہ معیارات پر کہاں پورا اترتے ہیں۔ ایک لق و دق میدان میں وقوف' اور پتھروں کے ایک گھر کے گرد دیوانہ وار چکر لگانے اور اس کے در و دیوار سے چوما چاٹی کرنے کے لیے اتنا لمبا سفر کرنا' پراگندہ بال اور پراگندہ حال پہنچنا۔ یہ سب بھی عجیب باتیں لگتی ہیں۔ اشعار تو دور کی بات ہے' فی نفسہ قربانی ہی کو ایک وحشیانہ اور ضیاع مال پر مبنی فعل قرار دیا جاتا ہے۔ اسی منطق سے پھر اسلامی حدود کو بھی ظالمانہ اور وحشیانہ سمجھا جاتا ہے۔

حضورؐ سے تو ہمیں ایسی محبت ہونا چاہیے جو ہر محبت سے بڑھ کر ہو۔ محبت میں غرق عاشق کے دل میں یہ گنجائش کہاں پیدا ہو سکتی ہے کہ محبوب کے کسی عمل کے کسی فعل کے بارہ میں یہ سوچے کہ یہ کیا کیا' یا سوال کرے کہ کیوں کیا۔ محبوب کی ہر ادا اس کو محبوب ہوتی ہے۔

حکمت بیان کرنے کی تو اس لیے چنداں ضرورت نہیں' کہ حضورؐ کا کرنا خود ہی سب سے بڑی حکمت اور دلیل ہے۔ پھر بھی شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں: اشعار کی حکمت' اللہ کی تو یہ شان اور ملت حنیفیہ کے احکام کا ایسے طریقہ پر اظہار ہے کہ ہر ایک کے دیکھنے میں آئے۔ نیز یہ کہ قلب کے فعل کو کسی محسوس عمل سے ظاہر اور نمایاں کیا جائے۔ قلب کا فعل کیا ہے؟ اطاعت' محبت' فدائیت' قربانی' تذلل۔ جسم پر تلوار کا نشان' اور گلے میں جوتے --- اسی کا مظہر ہیں۔ پھر یہ نشان اس لیے تھا کہ قربانی کا جانور پہچانا جائے' گم ہو جائے تو تلاش کر لیا جائے' اور کوئی اس پر ہاتھ نہ ڈالے۔

اس سنت میں حضورؐ کی اصلاح و تشریع کی بنیادی حکمت عملی بھی مضمر ہے' جس کو سامنے لانے کی خاطر بھی میں نے اس واقعہ کو بیان کیا۔ وہ یہ کہ حضورؐ نے معاشرہ میں رائج اور معروف رسوم و روایات میں سے صرف ان کو ختم کیا جو غلط تھیں۔ جو اصلاح طلب تھیں' ان کی اصلاح کر دی۔ جن میں کوئی حرج نہ تھا' انھیں آپ نے برقرار رکھا' مٹایا نہیں۔ جوتے گلے میں ڈالنے کا رواج زمانہ جاہلیت ہی سے چلا آ رہا تھا' اور شاید اس سے پہلے سے۔ آپؐ نے اسے برقرار رکھا۔ حج کے لیے ان کی چنداں اہمیت نہیں۔ ہمارے ایمان کے لیے بہت اہمیت ہے' کہ ہم اپنی